پروفیسر محمد یحییٰ
حافظ محمد ایوب

حافظ ابن کثیر اور اُن کی تصنیفات

حافظ عماد الدین ابن کثیر کا مرتبۂ علمی بہت بلند ہے۔ وہ ایک مشہور مصنّف، جلیل القدر مفسّر، مستند مورّخ، صاحبِ کمال محدّث اور اعلیٰ پایہ کے شاعر ہیں۔ اُنھیں فقہ، فتویٰ، درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور مناظرے میں بھی بڑا ملکہ حاصل ہے۔ ان کی بعض تصانیف مثلاً تفسیر قرآن، تاریخ البدایہ والنہایہ کتب مصادر میں شمار ہوتی ہیں اور اسناد کے اعتبار سے مشہور ہیں۔ افسوس ہے، اُن کی زندگی کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ اردو میں تو بالکل ہی ان کے حالات اور ان کی علمی خدمات سے متعلق مواد میسر نہیں۔ اردو داں حضرات پر اس عظیم عالم و مفسّر اور مورّخ و فقیہہ کا یہ قرض باقی ہے کہ وہ اس عظیم شخصیت پر مختلف گوشوں سے مضامین لکھیں اور اس قرض کو چکائیں۔ میں نے ایک طالبِ علم کی حیثیت سے ان کی زندگی کے حالات اور ان کی مشہور تصانیف پر کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے، لیکن مجھے احساس ہے کہ میں اس کا پورا حق ادا نہیں کر سکا۔ امام ابن کثیرؒ کی زندگی کے حالات، ان کے مشاغل اور اُن کی تصانیف سے تمام تر معلومات مستند عربی مؤرخین کی کتب سے لی گئی ہیں، جن کے حوالے صراحت سے لکھے گئے ہیں۔

نام و نسب

اسماعیل نام، ابو الفدا کنیت، عماد الدین لقب اور ابنِ کثیر عرف ہے۔ سلسلۂ نسب یہ ہے: اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوءؔ بن درعؔ القیسی بصری ثم دمشقی۔ بعض دوسرے علمائے اسلام کی طرح ان کو بھی دادا کے نام پر شہرت ہوئی اور ابنِ کثیر کے نام سے مشہور ہوئے۔

ولادت و تربیت

اکثر مؤرخین اور اصحابِ سیر کے بیان کے مطابق ان کی ولادت ۷۰۰ھ یا ۷۰۱ھ میں

ہوئی بـ[1]

وطن

حافظ ابن کثیر ملک شام کے شہر بصری کے ایک نواحی گاؤں مجدل[2] میں پیدا ہوئے جہاں ان کے نھیال رہتے اور ان کے والد منصب خطابت پر متعین تھے ۔ ابن کثیر ابھی تین یا چار سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ ان کے والدِ بزرگوار انتقال کر گئے ۔ والد کی وفات کے تین سال بعد یعنی ۷۰۶ھ میں اپنے بھائی شیخ عبدالوہاب کے ساتھ دمشق چلے گئے ، پھر وہیں پرورش پائی اور عمر کا زیادہ حصہ دمشق میں بسر کیا ، اس لیے بصری اور دمشقی دونوں نسبتوں سے مشہور ہوئے ۔ ان نے برادرِ اکبر نے دمشق میں ان کی تعلیم و تربیت کا نہایت عمدہ اہتمام کیا

اساتذہ اور شیوخ

ابن کثیر نے اپنے زمانے کے بہترین علما و فضلا سے استفادہ کیا ۔ ان کے اساتذہ کی فہرست خاصی طویل ہے ۔ ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں ۔

فقہ کی ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی شیخ عبدالوہاب سے پائی ۔ بعد میں شیخ برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن عبدالرحمٰن فزاری ابن فرکاح شارح تنبیہہ (متوفی ۷۲۹ھ) اور شیخ کمال الدین ابن قاضی شہبہ سے فقہ کی تکمیل کی ۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق طالبِ علم کے لیے یہ ضروری تھا کہ جس فن کی اس نے تکمیل کی ہے ، اس کی کوئی ایک کتاب حفظ کرے ۔ چنانچہ ابنِ کثیر نے علم فقہ کی التنبیہ فی فروع الشافعیہ (مصنفہ شیخ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۷۶ھ زبانی یاد کی[3]

اصول فقہ میں علامہ ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) کی مختصر کو حفظ کیا ۔ اصول کی کتابیں علامہ شمس الدین محمود بن عبدالرحمٰن اصفہانی شارح "مختصر ابن حاجب" (متوفی ۷۴۹ھ) سے پڑھیں علامہ سیوطی ذیل تذکرہ الحفاظ[4] میں لکھتے ہیں سمع الحجّاد وطبقتہ یعنی حجاّر اور ان کے طبقے کے علما سے سماع حدیث کیا۔

---

[1] الدرر الکامنہ ج ۱ ، ص ۳۷۴ ۔ التبیان فی علوم القرآن صابونی ص ۱۸۸ ، بیروت

[2] الرد الوافر میں مجیدل لکھا ہے ۔ ص ۱۵۴

[3] التفسیر والمفسرون د/ ذہبی ج ۱ ، ص ۲۴۲

[4] التبیان فی علوم القرآن صابونی ص ۱۸۹

احمد بن حجار اس دور کے نامور اور ثقہ محدث تھے، مسند الدنیا اور رحلۃ الآفاق ایسے عظیم القاب سے ملقب تھے ان کا حلقۂ درس تمام عالم اسلام میں مشہور تھا، دور دراز سے تشنگانِ علوم ان کے حلقۂ درس میں حاضر ہوتے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس لیتے۔ ابن کثیرؒ عرصۂ دراز تک ان سے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حاصل کرتے رہے۔

حجار کے علاوہ جن علماء سے ابن کثیرؒ نے علمِ حدیث اخذ کیا ان میں بہاء الدین قاسم بن عساکر (متوفی ۷۲۳ھ) عفیف الدین اسحاق بن یحییٰ الآمدی (متوفی ۷۲۵ھ)، محمد بن زراد، بدرالدین محمد بن ابراہیم المعروف بہ ابن سویدی (متوفی ۷۱۱ھ)، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن ابراہیم رضی طبری (متوفی ۷۲۲ھ) حافظ ذہبی، حافظ مزیؒ اور شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ[۵] رحمہم اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔

ابنِ کثیر نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب البدایہ والنہایہ میں اپنے تمام اساتذہ کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے، لیکن ان میں سے دو کا خصوصی اور تفصیل سے ذکر کیا ہے اور وہ ہیں حافظ مزیؒ اور ابن تیمیہؒ۔ مناسب ہوگا، اگر یہاں ان دونوں کا مختصر تعارف کروا دیا جائے۔

حافظ مزی

ابوالحجاج جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن بن یوسف ربیع الآخر ۶۵۴ھ کو حلب میں پیدا ہوئے اور مزت میں نشوونما پائی۔ عربی زبان و ادب اور صرف و نحو میں بڑا درک حاصل تھا، فقہ سے بھی خاص مناسبت تھی اور حدیث پر گہری اور استادانہ نظر تھی، اسی لیے انھیں الحافظ الکبیر کہا جاتا تھا۔ ان کے ہم عصر علما کو ان کے فضائل و کمالات کا اعتراف تھا اور وہ انھیں شیخ المحدثین، عمدۃ الحفاظ، اعجوبۃ الزمان وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں[۶]

بیس سال کی عمر میں گھر بار چھوڑ کر علم حدیث کی تحصیل کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور اپنے دور کے ممتاز علما اور نامور محدثین سے سماع کیا۔ ان کے شیوخ کی تعداد ہزار کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے تحصیل حدیث سے فارغ ہو کر اس کے درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور نصف صدی تک درس حدیث میں مشغول رہے۔ ابن کثیر نے سب سے زیادہ استفادہ اسی محدثِ شام حافظ مزی شافعی سے کیا۔

---

۵ طبقات المفسرین للداودی ص ۲۳۲، التفسیر والمفسرون د/ ذہبی ج ۱، ص: ۲۴۲

۶ التفسیر والمفسرون ج ۱، ص: ۲۴۰ - د/ ذہبی - تاریخ التفسیر والمفسرون حریری ص: ۲۴۴

حافظ مزیؒ بھی ہونہار شاگرد کی ذکاوت و فطانت اور وفورِ علم و فضل سے اس درجے متاثر ہوئے کہ اپنی صاحب زادی ان کے عقد میں دے دی۔ سعادت مند شاگرد نے ان کی شفقت و محبت سے بہت استفادہ کیا اور عرصۂ دراز تک اپنے شفیق استاد اور محترم خسر کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور اُن کی اکثر کتابوں کا جن میں تہذیب الکمال بھی داخل ہے، سماع کیا اور اس فن کو ان کی خدمت میں رہ کر مکمل کیا۔ حافظ مزیؒ صفر ۷۴۲ھ میں فوت ہوئے اور مقابرِ صوفیہ میں امام ابن تیمیہؒ کی قبر کے غرب میں دفن کیے گئے۔[۵۶]

امام ابن تیمیہؒ

امام ابن تیمیہ کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح آسمانِ علم پر چمکتے رہیں گے اور ان کے چشمۂ فیض سے طالبانِ حق ہمیشہ فیض یاب ہوتے رہیں گے۔ حافظ ابنِ کثیر کو ان کی صحبت میں رہنے اور ان سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ ان کے بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق دوسرے اساتذہ کے مقابلے میں اُنھوں نے ابنِ تیمیہؒ سے زیادہ استفادہ کیا۔ اس لیے وہ اُن سے بہت تعلق خاطر رکھتے تھے اور علم و معرفت میں ان کی امامت کے دل و جان سے قائل تھے۔

متعدد اجتہادی مسائل میں، جن میں ابنِ تیمیہؒ عام علما کے خلاف رائے رکھتے تھے، ابن کثیر شافعی ہونے کے باوجود اپنے استاد کے ہم نوا اور ان کے رجحانات کی تائید اور مدافعت کرتے تھے۔ اس تائید و حمایت اور ابنِ تیمیہؒ سے غایت تعلق خاطر کی وجہ سے ان کو بھی تکلیفیں اُٹھانی پڑیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

اخذ عن ابن تیمیة ففتن بحُبِّہٖ وامتحن لسببہ[۵۸]

"امام ابنِ تیمیہ سے استفادہ کیا اور ان سے تعلق کی بنا پر مبتلائے مصیبت کیے گئے"۔

ابنِ عماد کا بیان ہے۔

کانت لہ خصوصیة بابنِ تیمیة ومَنَالَة عنہ واتباع لہ فی کثیر من آرائہ وکان یفتی برأیہ فی مسئلة الطلاق وامتحن بسبب ذالک واوذی[۵۹]

۵۶ الدرر الکامنۃ ج:۱، ص:۳۷۳۔

۵۸ ایضاً ص:۳۷۴۔

۵۹ شذرات ج:۶، ص:۲۳۰۔

"ان کو ابن تیمیہ سے خاص تعلق اور شرفِ تلمّذ حاصل تھا اور وہ ان کی جانب سے حمایت و مدافعت کرتے تھے اور اکثر مسائل میں ان کی پیروی کرتے تھے بمسئلہ طلاق میں ان کا بھی وہی فتویٰ تھا جو ابنِ تیمیہ کا تھا۔ اس کی وجہ سے ان کو آزمائشوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا"

اس تعلق کی بناپر ابن کثیر نے اپنی شہرہ آفاق کتاب البدایہ والنہایہ میں امام ابن تیمیہ کے حالات تفصیل اور بڑے والہانہ انداز میں تحریر کیے ہیں۔ ایک جگہ اپنے تعلق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وکان بینی و بینه مودة وصحبة من الصغر وسماع الحدیث والطلب[۱۰]

"میرے اور ان کے درمیان محبت آمیز تعلقات تھے اور مجھ کو بچپن سے ان کے ساتھ رہنے، علم حاصل کرنے اور احادیث سننے کا موقع ملا۔

ابن کثیر کا خاندان

حافظ ابن کثیر ایک بلند مرتبت علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد شیخ ابوحفص شہاب الدین عمر اپنے علاقے کے جادو بیان خطیب اور پُرجوش واعظ تھے۔ علم و فن میں یکتائے روزگار اور شعر و شاعری کا عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ دواوین عرب ان کو ازبر تھے[۱۱] شروع شروع میں بُصریٰ کے بعد مدارس میں مدرس رہے، بعد میں خطابت کے منصب پر فائز ہوئے۔ پھر مجدل میں، جو اُن کی بیوی اور ابن کثیر کی والدہ کا وطن تھا، خطیب مقرر ہوئے اور آرام و آسائش سے زندگی بسر کرنے لگے۔

ابن کثیر کے والد بڑے فصیح اللسان و شیریں بیان خطیب تھے۔ ان کی تقریر بہت مؤثر ہوتی تھی، لوگ ان کو بڑی وقعت اور عزّت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ امام نووی اور تقی الدین ان کا بڑا احترام کرتے تھے[۱۲]

---

۱۰ البدایہ والنہایہ ج۱۴، ص: ۱۳۷ بیروت

۱۱ ایضاً ج۱۴، ص: ۳۱ بیروت

۱۲ ایضاً ج۱۴، ص: ۳۱-۳۲ بیروت

ابن کثیر کے والد نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے تین لڑکے پیدا ہوئے، جن کے نام اسماعیل، یونس اور ادریس تھے۔ دوسری بیوی سے جو ابن کثیر کی والدہ تھیں، عبدالوہاب، عبدالعزیز، محمد اور چند لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ سب سے آخر میں اسماعیل بن کثیر پیدا ہوئے۔[۱۳]

اسماعیل ان کے بڑے لڑکے کا بھی نام تھا اور سب سے چھوٹے کا بھی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ بڑے صاحب زادے چھت سے گر کر انتقال کر گئے تو ان کو بڑا غم ہوا، اس لیے جب ابن کثیر پیدا ہوئے تو ان کی یاد میں ان کا نام بھی اسماعیل رکھا۔[۱۴]

علامہ ابن کثیر اپنے والد کے انتقال کے بعد ۷۰۷ھ مجدل سے دمشق ہجرت کر گئے اور کمال الدین عبدالوہاب کے سایہ عاطفت میں رہے، ان کا اپنا بیان ہے کہ وہ ہمارے بڑے کرم فرما اور مہربان تھے۔ وہ ۷۵۰ھ تک زندہ رہے۔ ان کی بدولت مجھ کو علم سے تعلق اور اس کا ذوق پیدا ہوا، تمام دشواریاں اور موانع ختم ہو گئے اور بڑی دولت میسر آئی۔[۱۵]

اولاد

ابن کثیر کی نرینہ اولاد میں سے صرف ابوالبقاء بدرالدین محمد (المتوفی ۸۰۳ھ) کا نام ملتا ہے۔[۱۶]

شاگرد

کتب تذکرہ و تراجم کی ورق گردانی کے باوجود صرف دو شاگردوں کے نام ملتے ہیں۔ ایک ابن حجی[۱۷] کا، دوسرا ابن حجر کا۔ یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ ابن کثیر جیسے فاضل اور یکتائے روزگار عالم و محقق، مورخ و محدث اور مفسر کے شاگردوں کی تعداد اتنی کم رہی ہو، البتہ صاحب جلاء العینین کی اس عبارت سے پتا چلتا ہے کہ ان کے تلامذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان میں ایک حافظ ابن حجر عسقلانی ہیں۔

وتلامذته كثيرة منهم العلامة ابن حجر العسقلاني[۱۸]

---

[۱۳] ایضاً

[۱۴] ایضاً

[۱۵] ایضاً ص: ۳۰، ۳۱۔

[۱۶] ایضاً ص: ۳۴۔

[۱۷] شذرات الذهب ج: ۶، ص ۲۳۲

[۱۸] جلاء العينين ص: ۲۲

سیر و سیاحت

حافظ ابن کثیر نے طلب علم کے لیے بڑے لمبے سفر کیے۔ مگر تذکرہ اور تراجم کی کتب میں ان کی تفصیل نہیں ملتی۔ صاحب اعلام نے صرف اس قدر اشارہ کیا ہے۔

ورحل [۱۹]

اور انھوں نے (طلب علم کے لیے) سفر کیے۔

ابن کثیر کا فضل و کمال

ابن کثیر آٹھویں صدی ہجری کے فحول علماء میں سے تھے۔ ان کی ذات میں فضل و کمال اور جامعیت کے تمام اوصاف و خصوصیات جمع ہو گئے تھے۔ اپنے زمانے کے متداول علوم پر ان کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ بعض علوم میں تو وہ منفرد حیثیت رکھتے تھے۔ ذیل میں ان کے فضل و کمال کا مختلف گوشوں سے جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

حافظہ

ابن کثیر کو اللہ تعالیٰ نے کمال کا حافظہ عطا فرمایا تھا، عبارت ایک دفعہ پڑھ لیتے تو پھر کبھی نہ بھولتے۔ ان کے حفظ و ضبط کا ثبوت یہ بھی ہے کہ التنبیہ ان کو زبانی یاد تھی اور صرف اٹھارہ سال کی عمر میں مرتب کی تھی، مختصر ابن حاجب ان کو ازبر تھی۔ ابن حجر فرماتے ہیں۔

وکان کثیر الاستحضار قلیل النسیان [۲۰]

ان کا علم نہایت مستحضر تھا اور وہ کم ہی بھولتے تھے۔

ووصفه بحفظ المتون وكثرة الاستحضار جماعة منهم الذهبي والحسيني والعراقي وغيرهم [۲۱]

"ان کے بہترین حافظے، متون کی یادداشت اور کثرتِ استحضار کا اکثر لوگوں نے ذکر کیا ہے، جیسے ذہبی، حسینی اور عراقی وغیرہ نے۔

---

[۱۹] اعلام ج: ۱، ص: ۱۱۹

[۲۰] شذرات ج: ۶، ص: ۲۳۱۔ جلاء العینین ص: ۲۲۔ الدرر الکامنہ ج: ۱، ص: ۳۷۴

[۲۱] شذرات و جلاء العینین۔

ابن عماد نے ابن حجر کے حوالے سے لکھا ہے ۔

احفظ من ادرکناہ لمتون الاحادیث۔[۲۲]

"میرے جاننے اور ملنے والوں میں ابن کثیر حدیثوں کے متن کے سب سے بڑے حافظ تھے۔"

طرز تحریر

حافظ ابنِ کثیر کا اسلوب بیان نہایت دلکش اور طرزِ تحریر شگفتہ اور سلیس ہے ۔ ان کی تصانیف اس پہ شاہد ہیں۔ حافظ ابن حجر اور دوسرے سیر نگاروں نے ان کے اسلوبِ بیان کی خوبی اور دلآویزی کا ذکر کیا ہے۔

ذوقِ شعری

شعر و ادب سے بھی ان کو دلچسپی تھی اور وہ اس کا بہت بلند مذاق رکھتے تھے ۔ اپنی گوناگوں علمی مشغولیات کے باوجود کبھی کبھی شعر بھی کہتے تھے ۔ لیکن ان کے کلام کو ناقدین شعر و ادب نے متوسط درجے کا قرار دیا ہے۔ ان کے یہ دو شعر بہت مشہور ہوئے اور اکثر تذکرہ نگاروں نے ذکر کیے ہیں ۔

تمرّ بنا الأیام تتری وانما
نساق الی الآجال والعین تنظر
فلا عائد ذاک الشباب الذی مضیٰ
ولا زائل ھذا المشیب المکدّر[۲۳]

"ہماری آنکھوں کے سامنے دن پے درپے گزرتے جاتے ہیں اور ہم موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں۔ گزشتہ شباب نہ تو لوٹ سکتا ہے اور نہ یہ تلخ اور تکلیف دہ بڑھاپا ٹل سکتا ہے ۔"

---

۲۲ شذرات الذھب ج:۶، ص:۲۳۱

۲۳ ایضاً

حافظ ابنِ کثیر کے کمالات گو ناگوں کا ان کے معاصرین نے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے ۔ موجودہ دور کے شام کے نامور فاضل علامہ کرد علی آٹھویں صدی کے نوابغِ فن میں ابنِ کثیر کا شمار کرتے ہیں ۔

عماد الدین بن کثیر المفسّر المورّخ الفقیہ صاحب التآلیف ومنھا تاریخہ المطول [۲۴]

(اُس صدی کے مایہ ناز لوگوں میں) عماد الدین بن کثیر مفسر و مورّخ اور فقیہ و صاحب تصنیف تھے ۔ اُن میں سے ان کی مفصل تاریخ بھی ہے ۔)

ابن کثیر کی شگفتہ مزاجی

ابنِ کثیر نے اس عالم رنگ و بو میں بھرپور زندگی گزاری ، اُنھوں نے بہترین طبیعت پائی تھی، شگفتہ مزاج ، بزلہ سنج اور حاضر جواب تھے ۔ پر لطف مزاح کرتے تھے ۔ ابن حجر نے ان کے مزاح کے بارے میں "حسن الفاکہ" کا لفظ استعمال کیا ہے ، جو اُن کے عمدہ ترین مزاح کی نشان دہی کرتا ہے ۔

درس و تدریس

جرجی زیدان نے اپنی مشہور کتاب تاریخ آداب اللغۃ العربیہ جلد ثالث میں لکھا ہے کہ حافظ ابن کثیر نے مدتوں درس و تدریس کے فرائض سر انجام دیے ۔ ۷۴۸ھ میں مسجد امام صالح میں حدیث کے استاد مقرر ہوئے ، مدرسہ اشرفیہ میں بھی مدرس رہے ۔ علامہ ذہبی کے انتقال کے بعد مدرسہ تنکیزیہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے [۲۵]

مناظرہ

اسلام کے خلاف کام کرنے والی طاغوتی طاقتوں کو دلائل و براہین سے شکست دیتے تھے ، تذکرہ نگاروں نے ان کی اس خصوصیت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ۔

افتا

ابنِ کثیر اپنے زمانے کے بہت بڑے مفتی تھے ۔ فقہی مسائل میں لوگ کثرت سے اُن کی طرف

---

[۲۴] خطط الشام ج: ۴ ، ص: ۵۱

[۲۵] تاریخ آداب اللغۃ العربیہ ج: ۳ ، ص: ۹۳

رجوع کرتے ۔ ان کے فتوے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے، حافظ ابن حجر نے علامہ ذھبی کے حوالے سے ان کو "الامام المفتی" لکھا ہے ۔ امام شوکانی اور ابن حبیب وغیرہ نے ان کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے اُنھیں "صاحب افتا" قرار دیا ہے ۔ ان کو افتا سے اس درجے اشتغال تھا کہ ان کی زندگی ہی میں ان کے فتووں کی تمام اطراف واکناف میں شہرت ہوگئی تھی ۔ علامہ ابن حبیبؒ فرماتے ہیں ۔

فطارت اوراق فتاوبه الی البلاد [۲۶]

عبادت گزاری

احکام خداوندی کے بجالانے میں ہمیشہ مستعد رہتے ۔ بہت متقی اور شب زندہ دار تھے ۔ نماز بڑے خشوع وخضوع سے پڑھتے ۔ نماز کی کیفیت دیدنی ہوتی تھی ۔ جب قرآن پاک کی تلاوت کرتے تو رقت طاری ہوجاتی ۔ انتہائی صالح اور ذاکر تھے ۔ ابن حبیب نے ان کی تسبیح وتہلیل کے بارے میں یہ جملہ لکھا ہے ۔

امام، ذوی التسبیح والتهلیل ۔

مذہب ومسلک

مسائل فقہ میں امام شافعی کے مسلک کے پیرو تھے ۔ اہل سیر اُن کو "الفقیہ الشافعی" لکھتے ہیں ۔ اُنھوں نے طبقاتِ شافعیہ کے نام سے ایک کتاب بھی لکھی، لیکن امام ابن تیمیہ سے فرطِ تعلق کی بنا پر بعض مسائل میں ان کے اور حنابلہ کے مسلک پر عمل کرتے تھے ۔

امام ابن تیمیہ سے خصوصی تعلق

ابن کثیر کو اپنے استاد امام ابن تیمیہ سے خاص تعلق تھا ۔ اس تعلق نے ان کی عملی زندگی پر نہایت گہرا اثر چھوڑا، امام ابن تیمیہ چونکہ قرآن وحدیث ہی کو مرکزِ استدلال ٹھہراتے تھے، اس لیے ابن کثیر ان کے اندازِ بیان اور افکار وخیالات سے بہت متاثر تھے ۔

تاریخ وفقہ اور تفسیر وحدیث میں مہارت تامہ

علامہ ابن کثیر کو یوں تو تمام علوم وفنون میں خاص ملکہ حاصل تھا، لیکن تاریخ، فقہ، تفسیر

۲۶ے جلاء العینین ص: ۲۲

حدیث میں انھیں امام کا درجہ حاصل تھا اور ان علوم میں ان کا کوئی ہم عصر ان کا ہمسر نہ تھا ۔ اصحابِ سیر نے لکھا ہے ۔

وانتہت الیہ رئاسۃ العلم فی التاریخ والحدیث والتفسیر [۲۷]

تاریخ، حدیث اور علم تفسیر میں ان کا رتبہ بہت بلند تھا ۔

حافظ ابن حجر علامہ ذھبی کے حوالے سے رقم طراز ہیں ۔

المحدث البارع فقیہ [۲۸]

ابن کثیر باکمال اور قابل اعتماد محدث، بے نظیر فقیہہ اور صاحبِ بصیرت مفسّر ہیں ۔

صاحبِ البدر الطالع لکھتے ہیں ۔

برع فی الفقہ والتفسیر والنحو [۲۹]

وہ فقہ، تفسیر اور نحو میں ماہر تھے ۔

علم حدیث سے متعلقہ علوم سے ان کو پوری پوری واقفیت تھی ۔ چنانچہ جرح، تعدیل اور علم رجال کے ماہر مانے جاتے تھے ۔

امعن النظر فی الرجال والعلل [۳۰]

ابن عماد کا بیان ہے ۔

واعرفہم بجرحہا ورجالہا وصحیحہا وسقیمہا وکان اقرانہٗ وشیوخہٗ یعترفون لہٗ بذلک [۳۱]

جرح وتعدیل اور احادیث کی صحت وعدمِ صحت کی پہچان میں عبور رکھتے تھے ۔ ان کے

---

[۲۷] جلاء العینین ص: ۲۲، شذرات الذھب ج: ۶، ص ۲۳۱

[۲۸] الدرر الکامنہ ج ۱، ص: ۳۷۶ ۔

[۲۹] البدر الطالع ج: ۱، ص: ۱۵۳ ۔

[۳۰] ایضاً

[۳۱] شذرات الذھب ج: ۶، ص: ۲۳۰

معاصرین اور اساتذہ کو ان کے کمالات کا اعتراف تھا۔

وفات

علامہ ابن کثیر نے تقریباً ۷۴/۷۵ سال کی عمر پائی، بڑھاپے میں ان کی بینائی ختم ہوگئی تھی[۳۲]

ابن حجر تحریر فرماتے ہیں۔

جمعرات کے دن شعبان کی ۲۶ تاریخ کو اس عالم فانی سے عالم بقا کو روانہ ہوئے۔ ثقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

مقبرۂ صوفیہ میں اپنے مشفق استاذ امام ابن تیمیہ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ ان کے ایک شاگرد نے اپنے عظیم استاذ کی وفات پر بڑا درد انگیز مرثیہ کہا، جس کے دو شعر یہ ہیں۔

لفقدك طلّاب العلوم تاسفوا

وجادوا بدمع لایبید غزیر

ولو امزجوا ماء المدامع بالدّما

لکان قلیلاً فیك یا ابن کثیر

"علوم کے شائقین تیرے گم ہوجانے پر متاسف ہیں اور اس کثرت سے آنسو بہا رہے ہیں کہ تھمتے ہی نہیں، اور اگر وہ اپنے آنسوؤں کے ساتھ خون میں ملا دیتے تو اے ابن کثیر۔! تیرے حزن وملال میں یہ بھی کم تھے۔"

علما کا خراج تحسین

حافظ زین الدین عراقی متوفی ۸۰۶ھ سے کسی نے دریافت کیا کہ مغلطائی، ابن کثیر، ابن رافع اور حسینی ان چاروں معاصرین میں سے کون سب سے بڑا عالم ہے؟ انھوں نے جواب دیا، ان میں سب سے زیادہ وسیع الاطلاع اور علم الانساب کے ماہر تو مغلطائی ہیں اور سب سے زیادہ متون اور تاریخ کے حافظ ابن کثیر ہیں اور سب سے زیادہ طلب حدیث میں مشغول رہنے والے اور ان کے اقسام کے عالم ابن رافع ہیں اور معاصر شیوخ میں سب سے زیادہ باخبر اور تخریج

---

[۳۲] الدرر الکامنہ ج: ۱، ص: ۳۷۴

کے واقف حسینی ہیں۔

حافظ ذہبی نے المعجم المختص میں ابن کثیر کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

الامام المفتی المحدث البارع فقیہ متفنن و محدث متقن مفسر[۳۳]

تذکرۃ الحفاظ کے خاتمے میں ان القابات سے یاد کیا ہے۔

الفقیہ المفتی المحدث ذی الفضائل۔

اس کے بعد لکھتے ہیں۔

ولہ عنایۃ بالرجال والمتون والفقہ خرج وناظر وصنف وفسّر وتقدم۔

یعنی ان کو فنّ اسماء الرجال، متونِ حدیث اور فقہ کے ساتھ ایک خاص تعلق و وابستگی ہے۔ انھوں نے احادیث کی تخریج کی، مناظرے کیے۔ کتابیں تصنیف کیں، تفسیر لکھی اور اس میں تقدّم حاصل کیا۔

ان کے نامور شاگرد حافظ ابن حجیؒ متوفی ۸۰۶ھ ان کے بارے میں اس رائے کا اظہار کرتے ہیں۔

کان احفظ من ادرکناہ لمتون الاحادیث واعرفہم بتخریجھا ورجالھا، و صحیحھا وسقیمھا وکان اقرانہ وشیوخہ یعترفون لہ بذلک وما اعرف انی اجتمعت بہ علی کثرۃ ترددی علیہ الا واستفدت منہ[۳۴]

”جن لوگوں کو ہم نے پایا، ان میں ابن کثیر متونِ احادیث کے سب سے بڑے حافظ، عالم جرح، فن رجال اور صحیح وضعیف کے سب سے زیادہ شناسا تھے۔ اس بارے میں ان کے اساتذہ بھی ان کے معترف تھے۔ میں اکثر ان کی خدمت میں رہتا۔ لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی ان سے استفادہ نہ کیا ہو۔

حافظ ابن ناصر الدین دمشقی نے ابن کثیر کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

الشیخ الامام العلامہ الحافظ عماد الدین، ثقۃ المحدثین، عمدۃ المورخین،

۳۳ھ تفسیر والمفسرون د/ ذہبی ج: ۱، ص: ۲۴۲

۳۴ھ شذرات الذھب ج: ۶، ص: ۲۳۲

علم المفسرین [۳۵]

علاّمہ امام حافظ عماد الدین محدثین میں ثقہ، مورخین میں عالی مرتبت اور مفسرین میں سراپا علم کی حیثیت رکھتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علامہ ابن کثیر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

واشتغل بالحدیث مطالعة فی متونه ورجاله ۔[۳۶]

علم حدیث کے متون و رجال کے مطالعے میں مشغول رہے۔

دوسری جگہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

ولم یکن علی طریق المحدثین فی تحصیل العوالی وتمیز العالی من النازل ونحو ذلک من فنونهم وانما هو محدث الفقهاء ۔[۳۷]

ابن کثیر عالی اسانید کی تحصیل اور عالی و نازل کی تمیز اور اس کے دوسرے فنون میں محدثین کے پایہ کے تو نہیں تھے، البتہ جماعت فقہا کے محدث تھے۔

حافظ سیوطی نے ان کی اس بات کا بڑا عمدہ جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

العمدة فی علم الحدیث معرفة صحیح الحدیث وسقیمة وعلیه واختلاف طرقه ورجاله جرحاً وتعدیلاً۔ اما العالی والنازل ونحو ذلک فهو من الفضلات لا من الاصول المهمه ۔

"یعنی علم حدیث میں اصل شے صحیح اور سقیم کی پہچان ہے اور علل، اختلاف طرق کا علم رجال کی جرح و تعدیل سے واقفیت ہے۔ رہے عالی اور نازل وغیرہ سو یہ زائد ہیں نہ کہ اصول مہمہ میں سے ہے۔

مورخین نے ابن کثیر کی حفظ و فہم کی خاص تعریف کی ہے۔ ابن العماد لکھتے ہیں:

---

[۳۵] الرد الوافر ص: ۱۵۴

[۳۶] الدرر الکامنہ ج: ۱، ص

[۳۷] ایضاً

كان كثير الاستحضار، قليل النسيان جيد الفهم[۳۸]
یعنی ابن کثیر حاضر باش، قلیل النسیان اور حد درجہ فہیم تھے۔

تصانیف

ابن کثیر کا زیادہ وقت درس و تدریس، بحث و مناظرہ، افتاء اور وعظ و ارشاد میں گزرا۔ لیکن تحریر و تصنیف میں بھی پیچھے نہیں رہے۔ بلکہ آگے بڑھے۔ انھوں نے متعدد و بلند پایہ کتب لکھیں، جس کی وجہ سے ان کا شمار نامور مصنفین میں ہوتا ہے۔ خصوصاً البدایہ والنہایہ اور تفسیر قرآن تو ان کے وہ شاہکار ہیں کہ جن کا کوئی جواب نہیں اور کوئی اہل علم ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

پھر ابن کثیر ان خوش بخت مصنفین میں سے ہیں، جن کی کتابیں ان کی زندگی ہی میں بام شہرت کو پہنچ گئیں اور انھیں مقبولیت و تداول کا درجہ حاصل ہو گیا۔ علما و مورخین نے ان کا شاندار الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

علامہ شوکانی البدر الطالع میں رقم طراز ہیں:

وله تصانيف مفيدة وقد انتفع الناس لمصنفاته[۳۹]

"ان کی تصانیف نہایت مفید ہیں اور لوگوں کو ان سے بڑا نفع حاصل ہوا۔"

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

سارت تصانيفه فی البلاد فی حياته وانتفع بها الناس بعد وفاته[۴۰]

"ان کی تصانیف ان کی زندگی میں ہی مختلف ممالک میں پھیل گئی تھیں، ان کی وفات کے بعد تو لوگوں نے ان سے بہت فائدہ اٹھایا۔"

صاحب اعلام لکھتے ہیں:

وتناقل الناس تصانيفهٗ فی حياته[۴۱]

---

۳۸ شذرات الذهب ج: ۶، ص: ۲۳۱

۳۹ البدر الطالع ج: ۱، ص: ۵۱

۴۰ الدرر الکامنہ ج: ۱، ص: ۲۷۴

۴۱ اعلام ج: ۱، ص: ۱۰۹

" ان کی تصانیف ان کی زندگی میں ہی مروج ہوگئی تھیں "

مورخین نے ان کی تصانیف کی تعداد انیس[۴۱] بتائی ہے جو بڑی مستند اور منتخب ہیں اور ان سے ان کے کثرتِ مطالعہ، تبحر علم اور بالغ نظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذیل میں ان کی تصانیف کا مختصر تعارف کروایا جاتا ہے۔

۱۔ **تفسیر القرآن:** یہ تفسیر ابنِ کثیر کے نام سے مشہور ہے۔ تفسیر بالروایہ میں سب سے مفید تفسیر ہے۔ یہ وہ معرکۃ الآرا تصنیف ہے، جس کی وجہ سے ابن کثیر کو شہرت دوام ملی۔ یہ ان کا اتنا بڑا کارنامہ ہے کہ ان کی کوئی دوسری تصنیف نہ بھی ہوتی تو کوئی بات نہ تھی۔ یہ کتاب سب پر بھاری ہے محدث کوثری نے اس تفسیر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

هو من افید کتب التفسیر بالروایة

یہ تفسیر بالروایت میں سب سے مفید تفسیر ہے۔

قاضی شوکانی نے تفسیر ابنِ کثیر کو بہترین تفسیروں میں شمار کیا ہے ۔ فرماتے ہیں :

وقد جمع فیه فاوعیٰ و نقل المذاهب والاخبار والاثار و تکلم باحسن کلام وانفسه

مصنف نے اس میں بہت سا مواد جمع اور محفوظ کر دیا ہے۔ مختلف مذاہب کا نقطۂ نظر بیان کر دیا ہے۔ حدیثیں تحریر کی ہیں۔ آثار درج کیے ہیں۔ اور بہت ہی نفاست سے ہر مسئلے کو زیرِ بحث لائے ہیں۔

امام سیوطی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس طرز پر اس سے اچھی تفسیر لکھی ہی نہیں گئی۔[۴۲]

ابن عماد نے تفسیر ابن کثیر کو ابن جریر کی تفسیر طبری کے بعد کا درجہ دیا ہے۔ اندازِ تفسیر کچھ اس طرح ہے کہ سب سے پہلے تفسیر القرآن بالقرآن پھر تفسیر القرآن بالحدیث، اس کے بعد آثارِ صحابہ و تابعین سے آیات کی تفسیر کرتے ہیں، رواۃ و رجال پر جرح و نقد بھی کرتے ہیں۔ لیکن تفسیر میں اسرائیلی روایات بھی کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ مثلاً سورہ بقرہ کی آیت ۶۷ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بنی اسرائیل کی گائے کا طویل قصہ ذکر کیا ہے۔

۴۲؎ الرسالۃ المستطرفہ للکتانی ص: ۱۴۶

احکام پر مشتمل آیات کی تفسیر میں فقہی احکام اور علما کے اقوال و دلائل ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً فمن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ ۔ سورہ البقرہ کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔ اس کی تفسیر میں مؤلف نے چار مسائل ذکر کر کے اس کے بارے میں علما کے مختلف مسالک اور ان کے براہین و دلائل بیان کیے ہیں۔[۴۳]

تفسیر کے شروع میں ایک طویل مقدمہ ہے، جس میں قرآن سے متعلق علمی مباحث تحریر کیے گئے ہیں۔ یہ مقدمہ ان کے استاذ امام ابن تیمیہؒ کے رسالے اصولِ تفسیر سے ماخوذ ہے۔

ہندوستان میں پہلی مرتبہ یہ تفسیر برصغیر کے عظیم مفسر، بلند پایہ محدث اور علوم اسلامیہ کے ماہر نواب محمد صدیق حسن خان نے مطبع بولاق مصر سے منگوا کر طبع کرائی۔

۲ - **البدایہ والنہایہ**: قبولیت اور شہرت کے اعتبار سے تفسیر ابن کثیر کے بعد البدایہ والنہایہ کا نمبر ہے۔ حجم کے اعتبار سے سب سے زیادہ ضخیم ہے۔ کتاب کا موضوع تاریخ ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اس میں ابتدائے آفرینش سے اپنے عہد تک کے حالات و واقعات تحریر کیے ہیں۔ یہ کتاب تاریخ اسلام کا ایک بہت ہی اہم اور قابلِ اعتماد ماخذ ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے سعودی عرب کے فرماں روا سلطان عبدالعزیز آل سعود (شاہ فیصل شہید کے والد محترم) نے چودہ جلدوں میں شائع کر کے مفت تقسیم کی تھی۔ اب دوسرا ایڈیشن بہتر صورت میں چھپا ہے۔

۳ - **نہایہ البدایہ**: البدایہ والنہایہ کی آخری دو جلدیں مستقل نام سے ہیں۔ اس میں آثارِ قیامت اور احوالِ حشر کی پوری تفصیل ہے۔ النہایہ کا یہ حصہ حال ہی میں سعودی حکومت کے ایما پر پہلی دفعہ شائع ہوا ہے۔ گویا البدایہ چودہ جلدیں اور نہایہ دو جلدیں ہے۔ اس طرح البدایہ والنہایہ سولہ جلدوں میں مکمل ہو گئی ہے۔

۴ - **جامع المسانید**: اس کتاب کا پورا نام جامع المسانید والسنن لاقوم السنن ہے۔ اس میں صحاح ستہ، مسند احمد، مسند بزاز، مسند ابویعلیٰ اور معجم کبیر طبرانی کی احادیث جمع کی گئی ہیں۔[۴۴] حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس کتاب سے متعلق لکھا ہے۔

---

[۴۳] تاریخ التفسیر والمفسرون ص: ۲۴۴

[۴۴] البدر الطالع ج: ۱، ص: ۱۵۳

اعتمد فی نقلہ علی النص من الکتاب والسنۃ فی وقائع الالوف السالفہ ومیّز بین الصحیح والسقیم والخبر الاسرائیلی وغیرہ ۔[۴۵]

گزشتہ ہزاروں سال کے وقائع میں کتاب وسنت کی تصریح پر اعتماد کیا ہے اور صحیح، ضعیف اور اسرائیلی روایات وغیرہ کو الگ الگ کر دیا ہے ۔ البدر الطالع میں اس کا نام، مسند کبیر اور کتاب الہدیٰ والسنن فی احادیث المسانید والسنن بھی لکھا ہے ۔

یہ کتاب حافظ ابن کثیر نے حروف و ابواب کے مطابق مرتب کی تھی ۔[۴۶]

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں تصریح کی ہے کہ یہ اصولِ اسلام کے متعلق روایتوں اور حدیثوں کا ذخیرہ ہے ۔[۴۷] یہ کتاب ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ خدیو مصر میں موجود ہے ۔

بعض مصنفین نے مسند شیخین اور مسند شیخین اور مسند احمد کو بھی ان کی مستقل تصنیفات قرار دیا ہے ۔ لیکن یہ غالباً اسی کتاب کے مختلف اجزا ہیں اور مستقل کتابیں نہیں ہیں ۔

۵ ۔ **التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاھیل** : صاحب کشف الظنون نے اس کتاب کا نام التکملۃ فی اسماء الثقات والضعفاء لکھا ہے[۴۸] لیکن الاعلام میں خیر الدین زرکلی نے التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاھیل لکھا ہے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ خود ابنِ کثیر نے البدایہ والنہایہ اور اختصار علوم الحدیث میں یہی نام لکھا ہے ۔

اس کتاب کا موضوع علم رجال ہے اور پانچ جلدوں میں ہے ۔ ان کے سسر اور استاد مزّی نے تہذیب الکمال کے نام سے رجال میں جو مشہور کتاب لکھی تھی، علامہ ذھبی کی میزان الاعتدال اس کی تلخیص اور اختصار ہے ۔ ابن کثیر کی یہ تصنیف ان دونوں کی خصوصیات کی جامع ہے ۔ یعنی اس میں

---

[۴۵] کشف الظنون (حاجی خلیفہ) ج:۱، ص ۳۸۵

[۴۶] فہرست کتب خانہ خدیو مصر ج:۱، ص: ۳۲۳

[۴۷] کشف الظنون لحاجی خلیفہ ج:۱، ص: ۳۸۵

[۴۸] ایضاً ص: ۳۸۶

تہذیب کا اختصار بھی ہے اور ذھبی نے جن مفید اور ضروری باتوں کا اضافہ کیا ہے وہ بھی اس میں شامل ہے۔

۶ ۔ **طبقات الشافعیہ :** اس میں فقہا شافعیہ کا تذکرہ ہے۔ کیونکہ امام ابن کثیر خود شافعی المسلک تھے اس لیے یہ کتاب اُنھوں نے بڑے ذوق شوق سے لکھی ہو گی۔ یہ کتاب ابھی تک زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی اور اس کا قلمی نسخہ شیخ محمد بن عبدالرزاق حمزہ نے شیخ حسین باسلامہ کے پاس دیکھا ہے جو مکہ معظمہ میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے[۴۹]

۷ ۔ **مناقب شافعی :** یہ رسالہ امام شافعی کے حالات پر ہے ۔ ابن کثیرؒ نے خود البدایہ والنہایہ میں امام شافعی کے تذکرے میں اس کا ذکر کیا ہے ۔ اس کا قلمی نسخہ بھی طبقات الشافعیہ کے ساتھ مجلّد ہے ۔ حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس رسالے کا نام " الواضح النفیس فی مناقب الامام ابن ادریسؒ لکھا ہے[۵۰]

۸ ۔ **اختصار علوم الحدیث :** اس کتاب کا اکثر مورخین نے ذکر کیا ہے ۔ یہ علامہ ابن الصلاح (متوفی ۶۴۳ھ) کی کتاب علوم الحدیث معروف بہ مقدمہ ابن الصلاح کا جو اصول حدیث میں ہے ، اختصار ہے ۔ مگر مصنف نے اس میں جابجا مفید اضافے کیے ہیں ۔ حافظ ابن حجرؒ عسقلانی نے اس کتاب کے متعلق لکھا ہے کہ ولہٗ فیہ فوائد (اس کتاب میں حافظ ابن کثیر کے بہت سے افادات ہیں ۔)

نواب صدیق حسن خان نے منہج الوصول فی اصلاح احادیث الرسول میں اس کا نام " الباحث الحثیث علی معرفۃ علوم الحدیث لکھا ہے ۔ اب یہ کتاب دار الکتب الاھلیہ بیروت سے احمد محمد شاکر کی نگرانی میں چھپی ہے ۔

۹ ۔ **تخریج احادیث ادلۃ التنبیہ :** ابو اسحاق ابراھیم بن علی شیرازی شافعی (متوفی ۴۷۶ھ) نے فقہ میں تنبیہ کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی ، علامہ ابن کثیرؒ نے اس کتاب میں اس کے دلائل کی تخریج کی ہے ، مؤرخین اور اصحاب سِیَر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اٹھارہ سال کی عمر میں اس کتاب

---

[۴۹] تفسیر ابن کثیر اردو ج ۱، ص : ۱۰

[۵۰] کشف الظنون ج : ۱ ، ص

کو مرتب اور حفظ کر لیا تھا۔ بعض مصنفین نے اس کا نام "احادیث ادلہ التبنیۃ" لکھا ہے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ اس میں تبنیہ کے دلائل کے ساتھ ساتھ اس میں مندرج احادیث کی بھی تخریج کی ہوگی۔

"شرح التبنیہ" بھی اس کتاب کا نام ہے۔ ابن کثیر، ابواسحاق کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

وقد ذکرت ترجمته مستقصاة" حطلوله فی اوّل شرح التبنیه [۵۱]

میں نے استقصاء اور تفصیل سے ان کے حالات شرح التبنیہ کے شروع میں لکھے ہیں۔

۱۰۔ **تخریج مختصر ابن حاجب**:۔ مشہور مالکی عالم علامہ جمال الدین ابوعمر عثمان بن عمر المعروف بابن رجب (متوفی ۶۴۶ھ) نے اصول فقہ میں ایک کتاب لکھی تھی جو مختصر ابن حاجب کے نام سے مشہور ہے۔ علامہ ابن کثیر نے اس کتاب کو بھی حفظ کیا اور اس کی احادیث کی تخریج کی ہے۔ البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں۔

ومختصره فی اصول الفقه استوعب فیه عامة فوائد الاحکام لسیف الدین الآمدی وقد من الله تعالیٰ علیّ بحفظه وجمعت کراریس فی الکلام علی ما اودعه فیه من الاحادیث النبویه والحمد لله [۵۲]

"ابن حاجب نے جو اصول فقہ میں مختصر لکھی، اس میں سیف الدین آمدی کے احکام کے جملہ فوائد شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ یہ کتاب مجھ کو یاد ہو گئی اور الحمد للہ کہ چند اجزا ایسے میں نے اس کی حدیثوں پر بحث و کلام بھی کیا ہے۔"

۱۱۔ **الاجتہاد فی طلب الجہاد**:۔ عیسائیوں نے جب قلعہ ایاس کا محاصرہ کیا تو امیر منجک کی فرمائش پر ساحلی شہروں کے لوگوں کو جہاد کی تلقین و ترغیب کے لیے لکھا گیا۔ مشہور مستشرق جرجی زیدان نے تاریخ آداب اللغۃ العربیہ میں لکھا ہے کہ اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ خدیو مصر میں اور ایک کو برلی میں ہے۔ اب یہ رسالہ مصر سے چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔

۱۲۔ **کتاب الاحکام**: کتاب کبیر فی الاحکام بھی اس کا نام ہے۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس کا

---

۵۱ البدایہ والنہایہ ج: ۱۲، ص: ۱۲۵

۵۲ ایضاً ج: ۱۳، ص: ۱۷۳

اکثر حوالہ دیا ہے ۔ یہ بڑے معرکے کی کتاب ہوتی ، مگر افسوس کہ مکمل نہ ہو سکی ، اس میں وہ شریعت کے مسائل و احکام پر نہایت شرح و بسط سے لکھنا چاہتے تھے ۔ لیکن کتاب الحج ہی تک لکھ سکے جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے ۔[۵۳]

" مصنف نے اختصار علوم الحدیث میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے ۔"

۱۳ ۔ **شرح بخاری** :۔ ابن کثیر صحیح بخاری کی مکمل اور مبسوط شرح لکھنا چاہتے تھے ، لیکن مکمل نہ کر سکے ۔ یہ صرف ابتدائی اجزا کی شرح ہے ۔[۵۴] مصنف نے اس کا ذکر اختصار علوم الحدیث میں کیا ہے ۔[۵۵]

۱۴ ۔ **فضائل القرآن** :۔ یہ رسالہ تفسیر ابن کثیر کے ساتھ مصر سے چھپ چکا ہے ۔ اس میں قرآن مجید کے فضائل سے متعلق بخاری شریف میں جو روائتیں موجود ہیں ، اُن کی تشریح ہے اور قرآن کی جمع و ترتیب اور کتابت وغیرہ سے متعلق مفید اور فاضلانہ مباحث ہیں ۔

۱۵ ۔ **مختصر کتاب المدخل للبیہقی** :۔ اس کتاب کا ذکر اختصار علوم الحدیث کے مقدمے میں موجود ہے ۔

۱۶ ۔ **الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول** :۔ یہ سیرت پر ایک مختصر کتاب ہے مصنف نے اس کا ذکر اپنی تفسیر میں سورہ احزاب کے اندر غزوہ خندق کے بیان میں کیا ہے ۔

۱۷ ۔ **کتاب المقدمات** :۔ اس کا ذکر بھی مصنف نے اختصار علوم الحدیث میں کیا ہے ۔

۱۸ ۔ **مسند الشیخین** :۔ اس میں شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے جو حدیثیں مروی ہیں ، ان کو جمع کیا گیا ہے ۔ مصنف نے اختصار علوم الحدیث میں اپنی ایک تصنیف مسند عمرؓ کا ذکر کیا ہے ۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آیا وہ مستقل و علیحدہ کتاب ہے یا اسی کا حصّۂ ثانی ہے ۔

۱۹ ۔ **مسند امام احمد ابن حنبل** : کو امام ابن کثیر نے حروف ہجا کے مطابق مرتب کیا تھا اور اس کے ساتھ طبرانی کی معجم اور ابو یعلی کی مسند سے زوائد بھی درج کیے تھے ۔

---

[۵۳] شذرات الذہب ج : ۶ ، ص : ۲۳۱

[۵۴] کشف الظنون ۔

[۵۵] الاعلام ج ۱۱ ، ص : ۱۰۹ ۔ شذرات الذہب ج : ۶ ، ص : ۲۳۱